۵

فتح ونصرت جماعت احمدیہ کیلئے مقدر ہے

(فرمودہ ۲۹/جنوری ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّذ اورسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو بڑھانا چاہتا ہے تو اس کے خیالات اور افکار کو بھی بڑھا دیتا ہے اور جب کسی قوم کو گھٹانا چاہتا ہے تو اس کے خیالات اور افکار کو بھی گرا دیتا ہے۔ چنانچہ تمام قوموں کی حالت کو دیکھتے ہوئے ہم قطعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ کسی قوم کے تنزّل سے پہلے اس کے خیالات میں تنزّل پیدا ہو جاتا ہے اور کسی قوم کی ترقی سے پہلے اس کے خیالات میں ترقی پیدا ہو جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی قومیں اور ذلیل قومیں معمولی معمولی باتوں پر تسلی پا جاتی ہیں مگر بڑھنے والی قومیں ہمیشہ اپنے حوصلوں کو بلند رکھا کرتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک چوہڑا تھا جو اصطبل وغیرہ میں اور ہمارے گھر میں کام کرتا تھا۔ فرماتے تھے ایک دفعہ بچپن میں ہم نے کھیلتے ہوئے ہمجولیوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ تمہاری کیا خواہش ہے؟ پھر اسی بچپن کی عمر کے لحاظ سے اس سے بھی ہم نے دریافت کیا کہ تمہاری کیا خواہش ہے اور کس چیز کو سب سے زیادہ تمہارا دل چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا دل اس بات کو چاہتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا بخار چڑھا ہوا ہو، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہو، سردی کا موسم ہو، میں لحاف اوڑھے چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں اور دو تین سیر بھنے ہوئے چنے میرے سامنے رکھے ہوں اور میں انہیں ٹھونگتا جاؤں یعنی ایک ایک کر کے کھاتا جاؤں۔ یہ تھی اُس کی زندگی کی سب سے بڑی

خواہش۔ کسی سننے والے نے کہا تم نے اس میں بخار کی شرط کیوں لگائی ہے؟ تو اس نے کہا اس لئے کہ پھر مجھے کوئی کام کیلئے نہیں بُلائے گا۔ کسی فارسی شاعر نے بھی کہا ہے کہ ؎

فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست

جتنی ہمت کسی فرد میں ہوتی ہے اتنے ہی بلند اس کے خیالات ہوتے ہیں۔

کچھ عرصہ کی بات ہے ایک دفعہ ایک ہندو دوست میرے ہم سفر تھے۔ باتوں باتوں میں وہ مجھ سے کہنے لگے آپ تو قادیان کے بادشاہ ہوئے۔ میں نے کہا میں تو کوئی بادشاہ نہیں، بادشاہ تو انگریز ہیں۔ وہ کہنے لگا ہاں! مگر پھر بھی آپ کو وہاں ایک قسم کی بادشاہت حاصل ہے۔ میں نے کہا تو پھر اس میں قادیان کی کیا شرط ہے اس قسم کی بادشاہت تو مجھے ساری دنیا کی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے کہ احمدی جماعت کو دنیا میں بلندی، طاقت اور شوکت عطا فرمائے۔ وہ جب بھی حاصل ہو، ہو کر رہے گی۔ اس کی ابتداء چھوٹی نظر آتی ہوگی اور سنت اللہ کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہئے مگر وہ چھوٹی چیز بڑی چیز کا ایسا ہی پیش خیمہ ہے جیسے ایک بیج ڈالا ہوا آئندہ بہت سے دانوں کے اُگنے کا موجب ہوتا ہے۔

انگریزی حکومت اِس زمانہ میں فوج کے لحاظ سے سب سے چھوٹی سمجھی جاتی ہے باقی یورپین حکومتیں جو ہیں ان میں جبری بھرتی کا دستور ہے اور ہر نوجوان کو سال دو سال کے لئے فوج میں ضرور کام کرنا پڑتا ہے لیکن انگریزوں میں جبری بھرتی کا دستور نہیں بلکہ یہ لوگوں کو نوکر رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرمن، اٹلی اور فرانس کی جہاں اسّی اسّی اور نوے نوے لاکھ فوج ہے وہاں انگریزی فوج تین لاکھ کے قریب ہے۔ گویا یہ بڑی سلطنتوں میں سے سب سے چھوٹی فوج رکھنے والی حکومت ہے۔ پھر ان کا کیا کہنا ہے جن کی فوجیں اسّی اسّی لاکھ اور نوے نوے لاکھ اور کروڑ کروڑ کی ہیں۔ مگر اس کے مقابلہ میں ذرا ان لوگوں کا بھی اندازہ کرو جو بدر کے موقع پر اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے نکلے تھے۔ وہ کُل ۳۱۳ آدمی تھے یہ فوج تھی جو کفار سے لڑنے کیلئے نکلی تھی، یہ فوج تھی جو ملک نے اپنا سارا زور صرف کرنے کے بعد مہیا کی تھی۔ ہم اِسے اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ دنیا کی سب جنگوں سے اِس کو بڑا سمجھتے ہیں مگر سرحدی قبائل کی معمولی معمولی جنگوں کے برابر بھی اس میں فوج نہیں تھی۔ کوئی انگریزی فوج کا جرنیل اگر اس لڑائی کو دیکھتا یا روسی فوج کا جرنیل اِس لڑائی کو دیکھتا۔ یا جرمن فوج کا جرنیل اس لڑائی کو دیکھتا تو شاید نہایت حقارت سے مُسکرا کر کہہ دیتا یہ بھی ایک بچوں کا کھیل ہے، بھلا تین سَو آدمی کی فوج بھی کوئی فوج ہوا کرتی

ہے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ تین سَو آدمی کی لڑائی دنیا کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی لڑائی تھی۔ وہی تین سَو بڑھ کر ہزار ہوگئے اور ہزار بڑھ کر دو ہزار ہوگئے اور دو ہزار بڑھ کر دس ہزار ہوگئے اور دس ہزار بڑھ کر بیس ہزار ہوگئے اور بیس ہزار بڑھ کر ایک لاکھ ہوگئے اور ایک لاکھ پھر کروڑوں کروڑ بن کر ساری دنیا پر چھا گئے۔ اس کے دشمنوں کی مثال اُس پھیلے ہوئے بادل کی سی تھی جو سارے اُفق پر پھیلا ہؤا ہو لیکن جس کا پانی نکل چکا ہو سب دنیا پر اس نے سایہ تو کیا ہوا ہوتا ہے مگر برسنے کی قابلیت اس میں نہیں ہوتی۔ اور اس چھوٹے سے لشکر کی مثال اس چھوٹی سی کالی بدلی کی سی تھی جو شدید گرمی اور دیر تک بارش نہ ہونے کے بعد صبح ہی صبح اُفق پر اُٹھتی ہے۔ بظاہر وہ چند گز کا ٹکڑا نظر آتا ہے لیکن پانچ دس منٹ کے اندر اندر اس طرح آسمان پر پھیل جاتا ہے کہ تمام دنیا پر سایہ کرنے کے بعد روئے زمین کو پانی سے بھر دیتا ہے۔ وہ پہلا بادل جو تمام دنیا پر چھایا ہؤا لیکن پانی سے خالی تھا۔ ہوائیں آتیں اور اُسے اُڑا کر لے جاتی تھیں۔ لیکن دوسری چھوٹی سی بدلی جو ایک کونے سے اُٹھتی ہوئی نظر آتی ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ یہ کچھ نہیں کرسکتی، سارے عالَم کو ڈھانک لیتی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں زمین کو جل تھل کر دیتی ہے۔

یہی حالت ہماری ہے بعض نادان ہم پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ''۔ یہ دنیا میں کیسی ایک قوم اُٹھ کھڑی ہوئی ہے اور بعض اپنے بیوقوف بھی حیران ہوتے ہیں کہ ہم کو بھلا دنیا کی فتوحات سے کیا تعلق۔ حالانکہ ہمارے اندر کوئی ذرہ بھی ایمان کا باقی ہو تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ فتوحات کا تعلق ہم سے ہی ہے۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے یہ کہا ہو کہ ہم تمہیں فتوحات دیں گے ان کا اگر فتوحات سے تعلق نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا۔ جس قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہو کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا[1]۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہو کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے[2]، جس قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہو کہ وہ دنیا پر چھا جائے گی اور باقی قومیں اُس کے مقابلہ میں بالکل چھوٹی چھوٹی رہ جائیں گی۔ اُس کے حوصلے اور اُس کی ہمتیں کتنی بلند ہونی چاہئیں، اُس کی قربانیاں کتنی بڑھی ہوئی ہونی چاہئیں اور اُس کا ایثار کتنا زیادہ ہونا چاہئے۔ دوسری قومیں جب قربانی کرتی ہیں تو وہ جانتی ہیں کہ ان کا مرنے والا سپاہی ان کی قوم کے کام نہیں آیا۔ مگر جس قوم کیلئے فتح و نصرت خدا تعالیٰ کے حضور لکھی جا چکی ہو وہ جانتی ہے کہ مرنے والا سپاہی اس کے کام آ گیا۔ گویا جیتنے والی قوم کی مثال اُس اینٹ کی سی ہے جو عمارت پر لگائی جاتی ہے اور ہارنے

والی قوم کی مثال اُس اینٹ کی سی ہے جو سمندر میں ڈبودی جاتی ہے۔ یہ سمندر میں ڈوبتی اور گُھل جاتی ہے اور دنیا کی تعمیر کے کام میں نہیں آتی لیکن وہ دیوار پر لگتی اور اُسے پہلے سے بھی زیادہ اونچا کر دیتی ہے۔ پس مومن کی قربانی ضائع نہیں ہوتی۔ وہ کم عقلوں کی نظر میں شکست ہوتی ہے مگر حقیقت بین نگاہ میں وہ عظیم الشان فتح ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایثار کے نتیجہ میں ایک نیا درخت پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے کھیت میں غلہ بونے والے زمیندار کو جب ایک بچہ دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے یہ زمیندار بیج ضائع کر رہا ہے۔ مگر دنیا جانتی ہے کہ وہ بیج ضائع نہیں ہو رہا بلکہ وہ اُگے گا اور پہلے سے سینکڑوں گُنے زیادہ دانے پیدا کر دے گا۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان پیشگوئیوں کے مطابق اپنے اعمال کو بنائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں پائی جاتی ہیں۔ میں نے دو تین سال سے متواتر توجہ دلائی ہے کہ دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پڑھتے رہنا چاہیئے تا انہیں معلوم ہوتا رہے کہ ان کا کیا انجام مقدر ہے۔ بہت سے لوگ اپنے انجام سے ناواقف ہوتے ہیں اور ناواقف ہونے کی وجہ سے بہت سی سُستیاں اور غفلتیں کر جاتے ہیں۔ پس ان الہامات کو پڑھو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوئے ہیں۔ پھر دیکھو اور سوچو کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کیلئے کیا مقدر کیا ہوا ہے اور پھر اپنے آپ کو اس درجہ پر لانے کی کوشش کرو جس درجہ کی خدا آپ سے امید کرتا ہے۔ کیا اس سے زیادہ بدقسمت شخص کوئی اور بھی ہوگا جو نور کے نیچے کھڑا ہو اور پھر بھی اُس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی ہو۔ جس کے سامنے ہر قسم کی نعمتیں چُنی ہوئی ہوں اور اسے کھانے کی توفیق نہ ہو۔ یہی حال اُس شخص کا ہے، اُس بدقسمت شخص کا ہے جس کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئیاں اور الہامات موجود ہیں جو آج سے پچاس سال پہلے ایسی حالت میں بیان کئے گئے تھے جب اس جماعت کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ پھر وہ ان پیشگوئیوں کو بڑی حد تک پورا ہوتے دیکھتا ہے۔ مگر جو پیشگوئیاں پوری ہو چکیں انہی پر کھڑا ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ پیشگوئیاں جو بہت زیادہ شاندار نتائج کی حامل ہیں انہیں نظر انداز کر دیتا ہے۔ بُھول جاتا ہے، غافل ہو جاتا ہے اور کنویں کے مینڈک کی طرح اس تھوڑی سی چیز پر ہی قانع ہو جاتا ہے اور کہتا ہے جو مِلنا تھا وہ مل چکا۔ بدقسمت ہے وہ انسان۔ کاش! اُس کی ماں اُسے نہ جنتی تا وہ خدا تعالیٰ کی باتوں کا انکار کرنے والا نہ بنتا۔　　(الفضل ۱۲؍فروری ۱۹۳۷ء)

---

[۱] النصر: ۲، ۳　　[۲] تذکرہ صفحہ ۱۰۔ ایڈیشن چہارم